الذرائع

مولانا سیّد محمد متین ہاشمی

انسانی زندگی بے مقصد نہیں ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے۔

أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ [1]

کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تم کو بے مقصد پیدا کیا ہے اور تم میری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے؟ ایسا نہیں ہوگا اور نہ ایسا ہو سکتا ہے۔ کیونکہ معمولی سے معمولی آدمی بھی جب کوئی کام بے مقصد نہیں کرتا تو یہ کیسے ممکن ہے کہ رب علیم و حکیم انسان کو بے مقصد پیدا کرے۔ قرآن کریم نے واضح کر دیا ہے کہ انس و جن کی تخلیق عبادت کے لیے ہوئی ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ [2] اور ہم نے نہیں پیدا کیا جنوں اور انسانوں کو مگر اس واسطے کہ وہ میری عبادت کریں۔ اس مقام پر لفظ عبادت کو وسیع تر مفہوم میں سمجھنا ہوگا ایسا مفہوم جو مصالح دینیہ واخرویہ اور مصالح دنیویہ وعمرانیہ دونوں کو محیط ہو۔ اس تناظر میں اگر دیکھا جائے تو شریعت کا مقصد یہی ہے کہ انسانیت کی دنیوی زندگی اور اخروی زندگی، دونوں کو سنوارے اور مہذب بنائے اور احکام شریعت کا مقصود بالذات بھی یہی ہے لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس مقصود بالذات شے کا حصول کیسے ہوگا۔ لامحالہ اس کے لیے ذرائع اور وسائل اختیار کرنے پڑیں گے۔ اس مقالے میں اسی موضوع پر گفتگو مقصود ہے اس عالم اسباب میں جس طرح ہر مسبب کے حصول کے لیے

---

[1] المؤمنون: ۱۱۵

[2] الذاریات: ۵۶

سبب اختیار کرنا پڑتا ہے اسی طرح احکام شریعت کے لیے بھی وسائل و ذرائع اختیار کرنے پڑیں گے اور ان ذرائع و وسائل، ان کی شرعی حیثیت، نوعیت اور حکم انہی مقاصد کے حوالے سے متعین کیے جائیں گے۔ اسی لیے علامہ قرافی نے اپنی کتاب "شرح تنقیح الفصول" میں لکھا ہے۔

"للوسائل حکم المقاصد"

یعنی وسائل کو وہی حیثیت حاصل ہو گی جو مقاصد کو ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ فقہاء کرام رحمہم اللہ اجمعین کا خیال ہے کہ مقاصد واجبہ کے ذرائع واجب، مستحبہ کے ذرائع مستحب اور مباح کے ذرائع مباح ہیں۔ اسی طرح منہیات میں (وہ اعمال جو مقاصد شرعیہ سے متصادم ہوں یا ان کے حصول میں رکاوٹ بننے والے ہوں) منہی عنہ ہوں گے۔ کیوں کہ جلب منفعت اور دفع مضرت شریعت کی مصلحتِ کلیہ ہے۔ ذرائع کو اسی مصلحت کلیہ کے اصول پر جانچنا ہو گا چاہے وہ دنیوی زندگی میں ہوں چاہے ان کا تعلق اُخروی انجام کار سے ہو۔ اگر جائز جلب منفعت کے لیے کوئی شخص جائز ذریعہ اختیار کرے تو جس طرح اس منفعت پر جواز کا حکم لگایا جائے گا اس ذریعے پر بھی جواز کا حکم لگے گا۔ یہ اصول دینوی و اُخروی دونوں منافع و ذرائع کو مشتمل ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص دینوی و اخروی مضرّات کو دفع کرنا چاہتا ہے اور اس کے لیے ذرائع اختیار کرتا ہے تو دفعِ ضرر کے لیے ذرائع اختیار کرنا واجب ہو گا۔

ذرائع کی دو حیثیتیں

ذرائع کی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک حیثیت تو یہ ہے کہ وہ اپنے سے برتر مقاصد کے حصول کے لیے وسیلے کا درجہ رکھتے ہیں مثلاً نماز کے لیے ظاہری نجاست خفیفہ و غلیظہ سے طہارت حاصل کرنا۔

۲- ذرائع کی دوسری حیثیت کہ وہ خود اپنی تکمیل میں جن فروتر اعمال و امور پر منحصر ہیں ان کے لیے مقاصد و غایات کی حیثیت رکھتے ہیں مثلاً صلوٰۃ کے لیے وضو پہلی حیثیت کی

مثال اور وضو کے لیے فرائض چہارگانہ وضو کی تکمیل - اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے ذرائع و مقاصدِ شریعت کا باہمی تعلق ایک اعتبار سے اسباب و مسببات کا ہے اور دوسرے اعتبار سے مقدمات و نتائج کا۔ علامہ شاطبی نے الموافقات میں لکھا ہے:

النظر فی مآلات الافعال معتبر مقصود شرعا کانت الافعال موافقة او مخالفة وذلك ان المجتهد لایحکم علی فعل من الافعال الصادرة عن المکلفین بالاقدام او بالاحجام الابعد نظره الی مایؤول الیه ذلك الفعل مشروعا لمصلحة فیه تستجلب او لمفسدة تدرأ[1]

ازروئے شرع افعال کے نتائج میں غور کرنا معتبر اور مقصود ہے۔ خواہ وہ افعال موافق ہوں یا مخالف۔ یعنی مجتہد کے لیے یہ روا نہیں ہے کہ وہ فوراً مکلفین سے کسی صادر ہونے والے عمل کے بارے میں جواز یا عدم جواز کا حکم لگا دے تاوقتیکہ افعال صادرہ پر نتائج کے اعتبار سے پوری طرح غور نہ کر لے کہ آیا اُن سے جلبِ منفعت مقصود ہے یا دفعِ مضرّت

اس اصول کے مطابق یہ کلیہ مستنبط ہوا کہ اگر مسببات و نتائج شارع کی نظر میں وقعت و اہمیت کے حامل ہیں تو ان کے اسباب و مقدمات بھی لازماً اہمیت کے حامل اور واجب التعمیل قرار پائیں گے۔ ساتھ ہی یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ اگر مقصد یا مسبب کے حصول کے ایک سے زیادہ ذرائع و اسباب ہوں تو ان کی اہمیت اور اولویت کا تعین "الاقرب فالاقرب" کے عام اصول کے تحت کیا جائے گا یعنی جو ذریعہ اور سبب مقصد سے قریب ہو یا مقصد تک پہنچانے میں زیادہ ممد و معاون ثابت ہو، اس کو ترجیح دی جائے گی اور اگر کسی مقصد کے حصول کے لیے صرف ایک ہی ذریعہ یا ایک ہی سبب ہو تو عام اصول "مقدمة الواجب واجب" کے تحت اسے اختیار کرنا درجۂ وجوب میں ہوگا۔ ساتھ ہی یہ بات بھی پیشِ نظر رکھنا ہوگی کہ اگر کوئی ایسا ذریعہ یا سبب ہے جو حصول

---

[1] شاطبی، حافظ ابو اسحاق بن موسیٰ اللخمی: الموافقات فی اصول الاحکام: ۴: ۱۱۰، طبع مصر۔

مقصد میں ممد تو ضرور ہے لیکن اس کے مساوی اس میں مفسدات بھی ہوں تو ایسے ذرائع واسباب کو مشروعیت حاصل نہیں ہوگی۔ البتہ اگر اسباب وذرائع اتنے طاقتور ہوں کہ مفسدات کو مندفع کر سکیں تو اس صورت میں ان پر عدم مشروعیت کا حکم لگانا درست نہ ہوگا۔

مقاصد کی حیثیت

بندوں کے دو طرح کے مصالح ہوتے ہیں۔

:(۱) دنیویہ (۲) اخرویہ

:اخرویہ مصالح تو یہ ہیں کہ بندہ مرنے کے بعد مقبولین کی جماعت میں شامل ہوجائے۔ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ۔

اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے دنیا اور آخرت میں تو ہی میرا دوست ہے۔ تو مجھے اسلام کی حالت میں وفات دے اور مرنے کے بعد صالحین کے ساتھ ملا دے۔

۲۔ مصالحہ دنیویہ: فرد کی انفرادی زندگی، عائلی زندگی، اجتماعی زندگی، مرضیاتِ الٰہی کے مطابق گزرے اور ان مقاصد کی تکمیل ہو جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا ہے دنیا امن وسکون کا گہوارہ بن جائے، دنیا سے جبر واستحصال، جور وتعدّی کا خاتمہ ہو، امن عالم کو نقصان نہ پہنچے اور وہ انسانی شرف وفضیلت جس نے اسے مسجودِ ملائک بنایا تھا کسی صورت اور کسی انداز میں مجروح نہ ہو اور یہ اسی وقت ممکن ہے جبکہ ویکون الدین کلہ للہ[۱] (اور دین سارے کا سارا اللہ ہی کے لیے ہو جائے) ان مصالح ومقاصد کو پیش نظر رکھ کر ذرائع واسباب کا تعین کیا جائے گا کیونکہ انہی مصالح کو پروان چڑھانے کے لیے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام اس دنیا میں تشریف لائے تھے اور انہی کی خاطر انہوں نے طرح طرح کے مصائب جھیلے۔

---

[۱] الانفال: ۳۹

مندرجہ ذیل آیات ان مصالح کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

ا۔ یَاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ [1]

ترجمہ اے انسانو! عبادت (اختیار) کرو اپنے پروردگار کی جس نے تمہیں پیدا کیا اور تم سے قبل والوں کو (بھی) تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

ب۔ یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ [2]

ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے جیسا کہ ان لوگوں پر فرض کیے گئے تھے جو تم سے قبل ہوئے ہیں تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ [3]

ترجمہ: اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طور پر مت کھاؤ اڑاؤ اور نہ اسے حکام تک پہنچاؤ۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ [4]

ترجمہ: بے شک ہم نے آپ کو گواہ اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے (اس لیے) تاکہ تم لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ۔

كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ [5]

ترجمہ: تمہارے اوپر قتال فرض کر دیا گیا ہے درآنحالیکہ وہ تم پر گراں ہے۔

---

[1] البقرۃ: ۲۱۔

[2] البقرۃ: ۱۸۳۔

[3] البقرۃ: ۱۸۸۔

[4] الفتح: ۸-۹

[5] البقرۃ: ۲۱۶۔

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ [1]

اور تمہارے لیے اے اہلِ فہم! (قانون) قصاص میں زندگی ہے۔

ج۔ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا [2]

اور لوگوں سے بالعموم بھلی بات کہنا۔

د۔ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ [3]

بے شک تم میں سے پرہیزگار تر اللہ کے نزدیک معزز تر ہے۔

جب بعض صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اُن افراد کو قتل کرنے کی اجازت طلب کی جن کا نفاق ظاہر ہو گیا تھا تو آپ نے ارشاد فرمایا۔

اخاف ان يتحدث الناس ان محمدا يقتل اصحابه [4]

مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ لوگ یہ کہنے لگیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں۔ یا آپؐ کا حضرت عائشہ سے یہ فرمانا:

لولا قومك حديث عهد هم بكفرهم لاسست البيت على قواعد ابراهيم [5]

اگر تیری قوم نئی نئی مسلمان نہ ہوتی تو میں بیت اللہ کو حضرت ابراہیم کی بنیادوں پر تعمیر کرتا

ان دونوں روایتوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مصالحِ دینویہ کی رعایت کرنا ثابت ہوتا ہے۔ اور اسی بنیاد پر جناب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں جب خلیفۂ وقت نے کعبہ کی تعمیرِ نو کا ارادہ کیا تو آپ نے اس کو یہ کہہ کر منع فرمایا کہ:

---

[1] البقرۃ: ۱۷۹۔

[2] البقرۃ: ۸۳

[3] الحجرات: ۱۳

[4] ترمذی شریف: ۲/۷۷ طبع نور محمد کراچی

[5] بخاری شریف: ۱/۲۴۱ طبع دہلی

لا نفعل لان لا یتلاعب الناس ببیت اللہ [1]

ایسا نہ کرو تاکہ آگے چل کر تمہاری دیکھا دیکھی لوگ بیت اللہ سے کھیلنے نہ لگیں۔ امام مالک کا یہ قول بھی مصلحت دنیویہ پر مبنی ہے۔

احکامِ ذرائع

احکام شرعیہ میں مقاصد کی دو قسمیں ہیں۔ واجب التحصیل مقاصد جو مصالح سے عبارت ہیں اور واجب الدفع جو مفاسد سے۔ شریعت کی اصطلاح میں اول الذکر کو "امر" اور ثانی الذکر کو "نہی" کہتے ہیں۔ اس طرح احکام شرعیہ کی دو جہتیں قرار پائیں۔ ایک تو ایجابی جہت اور دوسری سلبی، اول الذکر واجب التکمیل ہے اور اس راستے میں جتنے بھی اقدامات کیے جائیں خوب سے خوب تر متصور ہوں گے۔ اور ثانی الذکر واجب الاحتراز ہیں اس لیے اس کے ذرائع واسباب امر منہی عنہ کی طرح مذموم اور مسدود ہیں مثلاً جمعہ فرض ہے تو اس کا ذریعہ اختیار کرنا بھی فرض ہوگا اور اس کے لیے بیع وشراء ترک کرنا بھی ضروری ہوگا۔ حج فرض ہے تو اس کے وسائل تلاش کرنا بھی فرض ہوگا۔ زنا حرام ہے تو سترِ عورت کو دیکھنا بھی حرام قرار پائے گا [2] یعنی جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے ذرائع پر وہی حکم لاگو ہوگا جو مقاصد پر ہوتا ہے۔ اس وقت فاعل کی نیت معتبر نہیں ہوتی بلکہ عمل اور اس کے ثمرات معتبر ہوں گے۔

قرافی نے لکھا ہے۔

الوسیلۃ الی افضل المقاصد افضل الوسائل والی اقبح المقاصد اقبح الوسائل والی ماھو متوسط متوسطۃ [3]

اگر کوئی شے افضل ترین مقاصد کے لیے وسیلہ ہو تو اس وسیلہ کا شمار افضل

---

[1] الشاطبی: الموافقات: ج ۴: ۱۱۲ طبع مصر

[2] محمد ابو زہرہ: اصول الفقہ: ۲۷۵ طبع مصر

[3] قرافی: تنقیح الفصول: ۲۰۰

الوسائل میں ہوگا اور اگر قبیح ترین مقاصد کے لیے وسیلہ ہو تو اس کا شمار قبیح ترین وسائل میں ہوگا اور اگر متوسط درجے کے مقاصد کے لیے وسیلہ ہو تو اس کا شمار متوسط درجے کے وسائل میں ہوگا۔

چونکہ ذرائع کلیۃً مقاصد کے تابع ہوتے ہیں اس لیے اگر مقاصد ساقط الاعتبار ہو جائیں تو ذرائع بھی ساقط الاعتبار ہو جائیں گے۔

سدِّ ذرائع

گزشتہ معروضات سے یہ بات واضح ہوگئی ہوگی کہ واجب کے ذرائع واجب اور حرام کے ذرائع حرام۔ اس معاملے میں شریعت اسلامیہ نے بہت احتیاط برتی ہے مثلاً قرآن کریم میں ارشاد ہے:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ [1]

تم کفار کے بتوں کو برا نہ کہو جن کی وہ پرستش کرتے ہیں کیونکہ اس کے جواب میں وہ تمہارے رب کی شان میں گستاخی کریں گے۔ چونکہ سبِ آلہہ میں اندیشہ سبّ اللہ کا تھا اس لیے اس سے بھی بطور سدِّ ذرائع منع کر دیا گیا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا قول۔

یاایہا الذین امنوا لا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا الخ [2]

ترجمہ: اے ایماندار بندو! راعنا مت کہا کرو اور انظرنا کہا کرو اور سنتے رہا کرو۔ اور کافروں کے لیے عذاب دردناک ہے۔

اس مقام پر راعنا کہنے سے اس لیے منع کیا گیا ہے کہ یہود یہ لفظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی غرض سے کہا کرتے تھے۔ اسی طرح قرآن کریم میں ایک مقام پر یہ ہے۔

واسئلھم عن القریۃ التی کانت حاضرۃ البحر اذ یعدون فی السبت

---

[1] الانعام: ۱۰۸

[2] البقرۃ: ۱۰۴

اذ تاتیھم حیتانھم یوم سبتھم شرعًا ویوم لا یسبتون کذٰلك
نبلوھم بما کانوا یفسقون [1]

اور آپ ان سے اس بستی والوں کی بابت دریافت کریں جو سمندر کے کنارے آباد تھی جبکہ وہ لوگ سبت کے بارے میں احکام سے تجاوز کر رہے تھے اور جبکہ ان کے سبت کے روز تو ان کی مچھلیاں ظاہر ہوتی تھیں اور جب سبت نہ ہوتا تو مچھلیاں نہ آتیں ہم نے ان کی آزمائش اس طرح کی اس لیے کہ وہ نافرمانی کر رہے تھے۔ جس قوم کا اس آیت کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے تذکرہ فرمایا ہے ان کا طریق کار یہ تھا کہ وہ ہفتے کے دن تو مچھلیوں کو روک لیتے تھے اور اتوار کے دن ان کو پکڑ لیتے تھے۔ چونکہ ہفتے کے دن مچھلیوں کو روکنا اتوار کے دن شکار کرنے کا ذریعہ تھا اس لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی صورتوں کو مسخ کر دیا۔

علامہ قرطبی نے حضرت ام حبیبہ و ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے واقعے کا حوالہ دیا ہے۔ ان دونوں نے حبش میں کنیسہ کے اندر تصویریں دیکھی تھیں اور ان کا تذکرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا۔

ان اولٓئك اذا کان فیھم الرجل الصالح فمات بنوا علیٰ قبرہ مسجدا وصوّروا فیہ تلك الصور اولٓئك شرار الخلق عند اللہ
اخرجہ البخاری والمسلم [2]

ترجمہ: بے شک یہ وہ لوگ ہیں کہ ان میں جو نیک آدمی ہوتا تھا اور وہ مر جاتا تو وہ اس کی قبر پر ایک مسجد بناتے تھے اور اس میں مرنے والے کی تصویر بناتے یہ لوگ اللہ کے نزدیک بدترین مخلوق ہیں چونکہ صالحین کی قبروں پر مسجد بنانا بت پرستی کا آگے چل کر ذریعہ بننے والا تھا اس لیے سد ذرائع کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

[1] الاعراف: ۱۶۳

[2] القرطبی ابو عبداللہ محمد الانصاری: الجامع لاحکام القرآن ۲: ۵۸

اشتد غضب اللہ علی قوم اتخذوا قبور انبیائھم وصالحیھم مساجد [1]

ترجمہ: اس قوم پر اللہ تعالیٰ کا بہت شدید غضب ہے جس نے اپنے نبیوں اور اولیاء اللہ کی قبروں کو سجدہ گاہ بنادیا۔

ایک روایت میں ہے۔

اللھم لا تجعل قبری وثنا یعبد [2]

ترجمہ: اے میرے اللہ میری قبر کو میرے بعد قابل پرستش بت نہ بنادینا۔

ایک متفق علیہ روایت میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

الحلال بین والحرام بین وبینھما مشتبھات فمن اتقی من الشبھات استبراء لدینہ وعرضہ [3]

ترجمہ: حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے۔ ان دونوں کے درمیان چند امور ایسے بھی ہیں جن کی حیثیت متشابہات کی ہے۔ لہٰذا جو شخص متشابہات سے بچتا ہے اس نے اپنے دین اور آبرو کو بچالیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا متشابہات سے بچنے کا حکم دینا سد ذرائع کے طور پر ہے۔

اسی طرح ایک حدیث میں ہے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان من الکبائر شتم الرجل والدیہ قالوا یا رسول اللہ ھل یشتم الرجل والدیہ قال نعم یسب ابا الرجل فیسب اباہ ویسب امہ فیسب امہ [4]

ترجمہ: بے شک یہ بات گناہ کبیرہ میں سے ہے کہ کوئی شخص اپنے والدین کو گالی دے۔

---

[1] ایضاً

[2] ایضاً۔

[3] مشکوٰۃ شریف: ۲۴۱ طبع سعید کمپنی کراچی ۱۳۹۹ھ

[4] قرطبی ۵۹:۲

صحابہ کرامؓ نے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص اپنے والدین کو بھی گالی دے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ ایک آدمی کسی کے باپ کو گالی دیتا ہے اور وہ الٹ کر اس کے باپ کو گالی دیتا ہے اسی طرح کوئی شخص کسی کی ماں کو گالی دیتا ہے وہ اس کے جواب اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔

اس حدیث میں حضورؐ نے دوسرے کے والدین کو گالی بکنے کے عمل کو ذریعہ ہونے کی وجہ سے اپنے والدین کو گالی دینے کے برابر قرار دیا، لہٰذا ثابت ہوا کہ سد ذریعہ کے طور پر کسی کے والدین کو گالی بکنا اسی طرح حرام ہے جس طرح اپنے والدین کو۔

اسی طرح حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا:

دعوا الربا والريبة۔

ترجمہ: سود چھوڑ دو اور ہر وہ کاروبار چھوڑ دو جو مشکوک ہو۔

ربا کی حرمت تو نص سے ثابت ہے لیکن ریبہ کی حرمت سد ذرائع کے طور پر ہے۔

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دائن کو مدیون سے ہدیہ لینے سے منع فرمایا، کیونکہ ممکن ہے آگے چل کر ہدیہ سود کی شکل اختیار کر لے یا حالتِ جنگ میں آپؐ نے چور کا ہاتھ کاٹنے سے منع فرمایا کیونکہ ممکن ہے چور کفار کے لشکر سے مل جائے یا صحابہ کرامؓ کا مرض الموت میں طلاق بائن کی وجہ سے بیوی کو محروم الارث نہ قرار دینا۔ کیونکہ یہ طلاق عورت کو میراث سے محروم کرنے کا ذریعہ بن سکتی تھی۔ یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے دیئے ہوئے صدقہ کو خود خریدنے سے منع کرنا کیونکہ ایک طرح سے یہ عمل رجوع فی الصدقہ کا ذریعہ بن سکتا تھا۔

پروفیسر المصطفیٰ احمد الزرقاء نے اپنی کتاب "المدخل الفقہی العام" میں ربا کے مسئلے پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مبادلة الذهب بالذهب بالفضل نو ربا ہے لیکن اگر جنسوں میں اختلاف ہو جائے تو تفاضل جائز ہے لیکن اس میں نسیئہ جائز نہیں۔ کیونکہ یہ سد ذرائع کی ایک شکل ہے۔ کیونکہ ممکن ہے آگے چل کر تفاضل عند اختلاف

الجنسين تربانسیہ کا ذریعہ بن جائے۔[1]

ایک مقام پر پروفیسر موصوف لکھتے ہیں:

شرع الجهاد لدفع شر الاعداء ووجبت العقوبات لقمع الاجرام وصيانة الامن الداخلي ووجب سد ذرائع الفساد وابوابه من جميع انواعه[2]

ترجمہ: جہاد اس لیے مشروع کیا گیا کہ دشمنوں کے شر کو دفع کیا جا سکے اور سزائیں اس لیے نافذ کی گئیں کہ جرائم کا قلع قمع ہو اور امن عامہ میں خلل نہ واقع ہو۔ اور اسی بنیاد پر ہر قسم کے فساد کے ذرائع اور اس کے دروازوں کو بند کرنے کو واجب قرار دیا گیا۔

نتائج کے اعتبار سے اعمال کی قسمیں

نتائج کے اعتبار سے اعمال چار قسم کے ہوتے ہیں۔

اول ایک تو وہ اعمال جو لازماً فساد قطعی پر منتج ہوتے ہیں مثلاً کسی کے گھر کے پچھواڑے اندھیرے راستے میں کنواں کھود دینا یہ بالاجماع تمام فقہاء کے نزدیک ناجائز ہے۔

دوم وہ اعمال جن سے کبھی کبھی کوئی مفسدہ پیدا ہوتا ہے مثلاً جن علاقوں میں شراب بنائی جاتی ہے ان میں انگور کی کاشت کرنا۔ اس عمل پر سد ذرائع کا حکم جاری کرنے سے پہلے فقیہ کو دیکھنا چاہیئے کہ اس عمل میں مضرت کا پہلو غالب ہے یا منفعت کا۔ اور اس کے مطابق حکم لگانا چاہیئے اس طرح کے معاملات میں حکم لگانے میں جلد بازی نہیں کرنی چاہیئے مثلاً اگر کسی علاقے میں اکثریت انگور کو بطور غذا کے استعمال کرتی ہے اور دو چار آدمی اس سے شراب بھی بنا لیتے ہیں تو محض دو چار آدمیوں کے عمل کی وجہ سے انگور کی کاشت کو روکنا ٹھیک نہ ہوگا۔ اس کے برخلاف موجودہ

---

[1] الزرقاء مصطفیٰ احمد: المدخل الفقہی العام: ۲: ۹۰۸ طبع دمشق ۱۹۶۸ء

[2] ایضاً

دور میں حکومت پاکستان نے صوبۂ سرحد کے علاقہ میں پوست کی کاشت پر پابندی عائد کر دی ہے شرعاً پوست کی کاشت منع نہیں ہے لیکن چونکہ سرحد میں عموماً پوست کے ذریعے ہیروئن تیار کی جاتی ہے اور مضرت کا پہلو غالب ہے اس لیے سدِ ذرائع کے طور پر حکومت کا یہ اقدام مصالح کے تحت درست قرار پائے گا۔

سوم وہ اعمال جن پر مفسدہ ظنی طور پر غالب ہو علم قطعی کے طور پر غالب نہ ہو تو ان پر حکم لگانے کے وقت علم قطعی کو معیار قرار دیا جائے گا۔ مثلاً فتنے کے وقت ہتھیار فروخت کرنا یا حالت امن میں ہتھیار فروخت کرنا۔ اول الذکر صورت میں چونکہ علم قطعی سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ہتھیار سے فتنے میں اضافہ ہوگا اس لیے بطور سدِ ذرائع ہتھیار کی بیع ممنوع قرار دے دی جائے گی۔ اور آخر الذکر صورت میں چونکہ ظناً یہ سمجھا جاتا ہے کہ ہتھیار کی فروخت سے فتنہ پیدا ہوگا اس لیے ہتھیار کی بیع جائز ہوگی۔

چہارم وہ اعمال جن سے اکثر فساد کا آغاز ہوتا ہے لیکن از روئے ظنِ غالب فساد کی مکمل صورت پیدا نہیں ہوتی مثلاً بیع سلم۔ ظن غالب یہ ہے کہ آگے چل کر وہ ربا کی شکل اختیار کر لے گی۔ تاہم اگر احتیاط کی جائے تو اکثر ربوا نہیں ہوتا۔ اس طرح کے اعمال کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ امام مالکؒ اور امام احمدؒ کا خیال ہے کہ احتیاطاً اس کی بھی اجازت نہیں ہونی چاہیئے لیکن امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ اجازت کے قائل ہیں۔

غلو سے احتیاط

اس مقام پر یہ بات واضح کر دینا ضروری ہے کہ ذرائع کے بارے میں فیصلہ کرتے وقت غلو سے کام نہیں لینا چاہیئے کیونکہ غلو سے بعض مباح اور مندوب کام بھی چھوٹ جاتے ہیں۔ مثلاً اموال یتامٰی کی تولیت یا جائیداد موقوفہ کی تولیت۔ اس چیز سے بعض متقی اور عادل لوگ محض غلو کی وجہ سے احتراز برتتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ظالم لوگ متولی بن بیٹھتے ہیں۔ پھر جو ظلم و غبن کا بازار گرم ہوتا ہے وہ سب کے سامنے ہے

ذرائع کی نوعیت میں تغیر

کسی شاعر نے کہا ہے ؎

ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں۔

زندگی ہر آن متغیر و متحرک حقیقت کا نام ہے اور اسلام کا یہ دعوی ہے کہ چونکہ وہ ایک مکمل ترین دین ہے اس لیے وہ تغیرات زندگی کا ساتھ دینے کی کامل اہلیت رکھتا ہے۔ تغیرات زندگی کے زیر اثر مقاصد کی نوعیت ہمیشہ یکساں رہنے کے باوجود ذرائع کی نوعیت، تاثیر اور مدارج بدلتے رہتے ہیں لہٰذا ذرائع پر حکم لگاتے وقت اجتہاد کرنا ضروری ہے مثلاً۔

۱۔ مقاصد کے حصول کے لیے ممکن ہے کہ قدیمی ذرائع کی حیثیت بالکل ختم ہو جائے یا کم ہو جائے۔ اور چند نئے ذرائع پیدا ہو جائیں یا وہ ذرائع جو کسی زمانے میں غیر اہم تھے دوسرے زمانے میں اہم ہو جائیں ان مواقع میں بدلے ہوئے حالات کے مطابق ذرائع کے تعین کے وقت حک و اضافہ کرنا ہوگا یا ترجیحات میں تبدیلی کرنی ہوگی۔ کیونکہ تمدنی یا وقتی مقتضیات سے صرف نظر نہیں کیا جا سکتا اور اگر کوئی قوم یہ کرے تو اس پر جمود طاری ہو جاتا ہے۔ جسے عرف عام میں "تحجُّر" کہتے ہیں۔ جو ہرگز منشائے شریعت نہیں۔ شریعت کی مثال ایک ایسے جسم کی سی ہے جسے ہر آن تازہ خون درکار ہوتا ہے یہ شرف صرف شریعت اسلامیہ کو حاصل ہے کہ وہ مصالح زمانہ کو کبھی نظر انداز نہیں کرتی۔ شریعت کے مقاصد میں تو تحجر ہے لیکن ذرائع میں نہیں۔ اپنی اسی خصوصیت کے باعث یہ شریعت ایک ابدی و سرمدی شریعت ہے۔ مثال کے طور پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مقاصد شریعت میں ایک اہم مقصد ہے۔ ایک زمانہ وہ تھا جب لوگ دس بیس آدمیوں کے درمیان خطبہ دیتے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے

تھے۔ اس وقت نہ یہ لاؤڈ سپیکر تھے نہ ریڈیو نہ ٹیلی ویژن اور نہ اخبارات وجرائد۔ اب شریعت یہ کہتی ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے مذکورہ بالا ذرائع کا اختیار کرنا نہ صرف یہ کہ مباح ہے بلکہ بعض حالات میں مندوب اور بعض حالات میں ضروری ہے۔

شر اعداء کو دفع کرنے کے لیے جہاد فرض ہے۔ ایک زمانے میں تیر کمان اور تلوار سے جہاد کیا جاتا تھا۔ آج کل آٹومیٹک ہتھیار، ایٹم بم، اور ہائیڈروجن بم استعمال ہوتے ہیں۔ اب اگر کوئی شخص یہ کہے کہ چاہے کچھ بھی ہو ہم تو تیر کمان ہی سے جہاد کریں گے۔ جدید ہتھیار استعمال نہیں کریں گے تو وہ مسلمانوں کا دوست نہیں بلکہ دشمن ہوگا۔ اور وہ صریحاً قرآن مجید کی خلاف ورزی کرنے والا قرار پائے گا۔ کیونکہ قرآن کریم میں ہے:

واعدوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل ترهبون به عدو الله وعدوكم وآخرين من دونهم [1]

اور ان سے مقابلے کے لیے جس قدر تم سے ہوسکے سامان درست رکھو۔ قوت سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے جس کے ذریعے تم اپنا رعب رکھتے ہو اللہ کے دشمنوں اور اپنے دشمن پر اس آیت کریمہ میں ترهبون به عدو الله وعدوكم کی حیثیت مقصد کی ہے اور واعدوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل کی حیثیت ذریعہ کی۔ مقصد میں تبدیلی قیامت تک نہیں آسکتی۔ لیکن جس دور میں جن جن ذرائع سے عدو اللہ اور عدو المسلمین کو مرعوب کیا جاسکتا ہے۔ ان کو استعمال کرنا واجب ہوگا۔ اور وہ دور از کار قدیم ذرائع جو ارباب عدو اللہ کے کام نہیں آسکتے۔ انہیں ترک کرنا ضروری ہوگا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ مصالح شریعت کے تین مدارج ہیں۔ پہلا درجہ ضروریات کا ہے جو اعلیٰ ترین مقاصد کی حیثیت رکھتے ہیں دوسرا درجہ حاجیات کا اور تیسرا تحسینات کا یہ دو درجے مقاصد ضروریہ کی تحصیل اور کیفیت تکمیل سے متعلق وسائل وذرائع کی حیثیت رکھتے ہیں

---

[1] سورہ الانفال: ۶۰

اس لیے یہ تغیر پذیر ہیں۔

حجیت ذرائع

ذرائع شریعت میں ایک قطعی اور بالاتفاق واجب الاعتبار حجت ہے۔ اس لیے کہ۔

ا۔ ذرائع کی حجیت مقاصد کی حجیت کے تابع ہے۔ اور مقاصد کی حجیت بے شمار دلائل شرعیہ و عقلیہ سے ثابت ہے۔

ب۔ ذرائع کی حجیت استقراء شریعت پر مبنی ہے۔ کیونکہ بقول شاطبی اس کی حقیقت اس امر پر مبنی ہے کہ وہ موصل الی مصلحۃ الشریعۃ ہے اور مصالح شریعہ استقراء شرعی پر مبنی ہیں۔ اس لیے مفیدِ قطع و یقین ہے[۱]

ج۔ احکام شریعت کا مدار اعتبار مآل پر ہے۔ اور چونکہ مآل قاعدہ قطعیہ پر مبنی ہے اس لیے ذرائع بھی قطعی الدلالۃ مانے جائیں گے۔

د۔ فقہ کے تمام مذاہبِ مسلمہ میں ذرائع بالاتفاق حجت اور واجب الاعتبار ہیں۔

مذکورہ بالا نکات کی بنیاد پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ذرائع کو حجتِ شرعی کی حیثیت حاصل ہے۔ البتہ جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے ان کے درجات کا تعین مقاصد کی بنا پر کیا جائے گا۔

عصر حاضر میں قاعدہ ذرائع

ہمارا دور سائنس اور ٹیکنالوجی کا دور ہے۔ روزانہ نئے نئے مسائل ابھر کر ہمارے سامنے آرہے ہیں اور ان مسائل کے ساتھ ساتھ جدید ثقافتی مسائل نئے رُخ سے جلوہ گر ہیں سوال یہ ہے کہ ان مسائل کو کیسے رد اور کیسے قبول کیا جا سکتا ہے۔ راقم الحروف کے خیال میں

---

[۱] شاطبی: الموافقات: ۴: ۱۱۲

ان مسائل کے سلسلے میں شرعی حکم کا استنباط قاعدہ ذرائع ہی کی رو سے ہوگا یعنی شریعت اسلامیہ کے معلوم اور متعین مقاصد سے اگر عصر حاضر کے تمدنی مظاہر میں سے کوئی مظہر متصادم ہو یا کسی مقصد کو حاصل کرنے کی غرض سے جو ذرائع اختیار کیے جا رہے ہوں وہ ہمیں مقاصد شریعت سے دور لے جانے والے ہوں تو انہیں رد کر دیا جائے گا۔ اور اگر جدید ذرائع مقاصد شریعت کی تکمیل یا تحسین میں محد و معاون ثابت ہو رہے ہوں تو انہیں بلا حیل و حجت قبول کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں تاہم اس بات کا فیصلہ عام آدمیوں پر نہیں چھوڑا جا سکتا بلکہ یہ فریضہ راسخون فی العلم کو سپرد کرنا چاہیئے۔ جو واقعۃً "مقاصد شریعت کو مکمل طور پر سمجھتے ہوں پھر ان کے لیے جو جدید ذرائع استعمال کیے جا رہے ہوں ان کے حسن و قبح کا انہیں پورا ادراک حاصل ہو۔ اس لیے کہ

نہ ہر کہ چہرہ برافروخت دل بری داند
نہ ہر کہ آئینہ دارد سکندری داند
ہزار نکتۂ باریک تر ز مو اینجا است
نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

نفاذِ شریعت میں تدریج

تالیف
حافظ محمد سعد اللہ ریسرچ اسسٹنٹ

●

شریعت کا نفاذ ہی مسلمانوں کا منتہائے مقصود ہے لیکن کیا شریعت کو انقلابی انداز میں رات بھر میں نافذ کر دینا مناسب ہے یا تدریجاً۔ اس مسئلہ میں اختلاف رائے ہے فاضل مؤلف نے اس کتابچے میں قرآن و سنت اور اقوال اکابر سے استناد کرتے ہوئے تدریج کو ترجیح دی ہے۔ زبان نہایت سادہ اور استدلالی ہے

● کاغذ نہایت نفیس استعمال کیا گیا ہے ● طباعت اور کتابت مثالی ہے

● قیمت صرف چھ روپے۔

پتہ
مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور